اردو لسانیات: ایک جائزہ

("لسانی مطالعے" کے تناظر میں)

ہارون

پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو لاہور گیریژن یونیورسٹی

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر شعبہ اردو لاہور گیریژن یونیورسٹی.

Abstract:

“Lisani Mutaley”is a lingual research work of Professor Ghazi Ilm Ud Din.He is a versatile personality holding a distinct status and repute in various genres of literature,especially in linguistics.In this field he has full command over the use of proverbs,idioms and dimensions of lingual research.He has shwon in “Lisani Mutaley”his point of view that the ethical,political and cultural decline of a society affects the language,literature and social values.He has given explanation about the structure and formation of some words,idioms and proverbs.A reality has been explained in the said book that Urdu has deep lingual relations with Arabic language.A breif summary has also been discussed about the rules of dictation in Urdu.Electronic and print media’s role is not satisfactory for the promotion of Urdu and its pronunciation.In this research article an effort has been made to analyse”Lisani Mutaley”as a book of Urdu linguisics.

زبان ذریعۂ اظہار ہونے کے ساتھ ساتھ، لفظوں اور جملوں کے توسط سے بولنے والوں کے ذہنی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی ارتقاو عروج کی نمایندہ اور عکاس ہوتی ہے۔ کسی زبان کے

الفاظ، تراکیب، محاورات اور ضرب الامثال بولنے والوں کے طرز فکر، ذہنی معیار اور نفسیات کی غمازی کرتے ہیں۔ اردو زبان ایک تہذیبی ورثے کی امین اور برصغیر کے مشترکہ تمدن و ثقافت کی نمایندہ رہی ہے۔ اردو کے فروغ وارتقا کے لیے مختلف ادارے اور افراد لسانیاتی نقطۂ نگاہ سے سرگرم عمل رہے ہیں۔ شعراء، ادباء اور ماہرین لسانیات اپنی مساعی جمیلہ سے اپنی تخالیق اور تصانیف کے توسط سے اردو کے دامن کو مالا مال کرتے رہے ہیں۔ شاعری اور فکشن کی بہت سی اصناف میں تبدیلیاں مسلسل وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ اردو تنقید نے جدیدیت، مابعد جدیدیت سے ساختیات، پس ساختیات تک کا سفر کامیابی سے طے کر لیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اردو زبان لفظوں کی ساخت، ارتقا اور درست استعمال کے حوالے سے انتہائی توجہ کی مستحق اور کس مپرسی کا شکار ہے۔

ادب اور زبان کے کے تعلق کی گہرائی اور گیرائی سے انکار ممکن نہیں ہے۔ زبان کی ترقی کو ادبی ترقی سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ زبان و ادب کی ہمہ پہلو ترقی و ترویج کے لیے تحقیق و تنقید کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تحقیق و تنقید ہی کی طرح لسانیات ایک ہمہ گیر موضوع ہے۔ دیگر علوم کی طرح لسانیات کا علم بھی اپنی اہمیت وافادیت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھا رہا ہے۔ سائنس کا درجہ ملنے کے بعد اس کے فروغ وارتقا میں تیزی آگئی ہے۔ ماہرین لسانیات اور محققین نئے نئے مباحث کے توسط سے زبان کی بہت سی الجھنوں کو سلجھانے اور اب تک لاینحل مسائل کو حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ دنیا بھر میں لسانیاتی تحقیق کا زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار مسلمہ ہے۔ اردو میں لسانیاتی نقطۂ نگاہ سے کام کی رفتار بہت سست رہی ہے اور جس کا نتیجہ زبان و ادب کے نت نئے لسانی مسائل کی صورت میں نکل رہا ہے۔ ایسے کم توفیقی کے دور میں لسانیات ایسے اہم موضوع پر ایک تخلیق "لسانی مطالعے" کے عنوان سے منظر عام پر آئی ہے۔ اس تصنیف کو بہت شہرت ملی ہے کیوں کہ اس نے لسانی سطح پر ایک تحریک پیدا کی ہے اور اردو کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ اس تصنیف کی قدر و منزلت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر مناظر عاشق ہر گانوی نے "اردو: معیار اور مسائل" (غازی علم الدین کی کتاب "لسانی مطالعے" کے حوالے سے) اور "لسانی لغت" (غازی علم الدین کے حوالے سے) ایسی مفید اور موقر تصنیفات پیش کی ہیں۔ غازی علم الدین کے فکر و عمل اور علم و فن کے متعلق ڈاکٹر مناظر عاشق ہر گانوی رقم طراز ہیں:

"پروفیسر غازی علم الدین حرکیاتی شخصیت کے
مالک ہیں، زبان شناسی میں علمیت اور ادبیت کی
جامعیت پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، لسانیات کے وہ
غواص ہیں، فہم شناس ہیں اور لفظیات کی تمکنت
کے چراغِ ادب ہیں۔ انھوں نے ارتکاز نظر سے
کام لے کر لسانی تہ داری کو سند عطا کی ہے۔" 1

لسانیات تاریخی، توضیحی اور تقابلی سطح پر عہد گذشتہ اور دور حاضر کی مروجہ زبانوں کا مطالعہ اور تجزیہ منظر عام پر لاتی ہے۔ زبانوں کے معیار اور مقام کا جائزہ اور مطالعہ زبانوں کی باطنی خصوصیات اور خارجی شکل وصورت کو مد نظر رکھ کر صرفی اور نحوی نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔ لسانیات کو متعدد شاخوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور یہ زبان کی ساخت، املا اور تلفظ ایسے ان گنت پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس کی ذیلی شاخیں اعضائے تکلم کی تشریح اور ان کی مدد سے پیدا ہونے والی آوازوں کا تجزیہ پیش کرتی ہیں۔

اردو لسانیات میں محی الدین قادری زور، عبد الستار صدیقی، رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور حافظ محمود شیرانی ایسے لوگ اپنے الفاظ اور کارکردگی کو احترام اور وقار دلا چکے ہیں۔ غازی علم الدین بھی اسی راہ پر خار کے راہی ہیں اور وہ اس حقیقت کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ بولے گئے لفظ سے لکھے گئے لفظ کی پائداری اور عظمت زیادہ ہوتی ہے۔ اور پھر لفظ بھی وہ جو لسانی تحقیقی فکر و فلسفے سے مالا مال ہوں۔ اسی بنا پر آپ نے لفظ کے تقدس اور حرمت کو برقرار رکھا ہے۔ غازی صاحب ماہر لسانیات ہونے کے علاوہ اہل دانش وبینش میں شامل ہیں۔ وہ جہاں تعلیم وتدریس کے مشاق رہبر ہیں، وہیں علم وادب کی راہوں کے باشعور مسافر بھی ہیں(2)۔ لسانیاتی نقطۂ نظر سے اہمیت کی حامل ان کی تصنیف "لسانیاتی مطالعے" کے حوالے سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی رقم طراز ہیں:

"پروفیسر غازی علم الدین نے لسانیات پر ایک
کتاب "لسانی مطالعے" لکھی جس میں صرف آٹھ
مضامین شامل ہیں۔ یہ کتاب جس کے ہاتھ میں گئی
پڑھنے اور لکھنے پر اس نے
خود کو مجبور پایا۔ 2012ء کے وسط میں چھپی اس
کتاب پر دسمبر 2013ء تک باسٹھ مشاہیر ادب نے
اپنی مختصر اور طویل ناقدانہ رائے پیش کی

ہے۔ جنھیں کتابی شکل میں ترتیب دے
کر اور ہندوستان میں شائع کر کے میں طمانیت
محسوس کر رہا ہوں۔"3

لسانی مطالعے ایسی تصنیف نسل نو کے لیے زبان و ادب کے حوالے سے بہترین رہنمائی کا ذریعہ ہے ۔اس کتاب میں جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے، ان سے اس کا لسانی مقام و مرتبہ متعین کیا جا سکتا ہے:

1۔زبان و بیان پر معاشرے کے اخلاقی انحطاط کا اثر (ایک تحقیقی جائزہ)۔
2۔الفاظ کا تخلیقی، معنوی اور اصطلاحی پس منظر۔
3۔الفاظ معنی بدلتے ہیں (ایک تجزیاتی مطالعہ)۔
4۔لسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے۔
5۔اردو عربی لسانی تعلق اور اصلاح زبان و ادب۔
6۔اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی و معنوی وسعت۔
7۔املا میں الفاظ کی جداگانہ حیثیت سے انحراف (ایک تجزیاتی مطالعہ)۔
8۔ قومی زبان اور ہمارے نشریاتی ادارے۔
9۔اردو کا ملی تشخص اور کردار۔
10۔اردو میں عربی کلمات کا خلاقانہ تصرف و تغیر۔
11۔زبان کا تلفظ۔۔۔زَبان یا زُبان۔

غازی صاحب نے اس لسانی کام میں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں سے یقیناً مدد لی ہے کیوں کہ وہ عربی علوم پر دسترس رکھتے ہیں اور ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں(4)۔

لفظ، محاورے اور کہاوتیں تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کے تحت معنی اور مفہوم بدلتے رہتے ہیں۔ قوموں اور معاشروں کی ثقافتی اور تہذیبی ترقی و تنزلی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے علاوہ زبان و بیان ایسی سماجی فعلیت کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ کسی قوم کے اخلاق و کردار کو پرکھنے کے لیے زبان ایک کسوٹی کی مانند ہے۔ گھٹن اور بے بسی کے ماحول میں پروان چڑھنے والی اقوام اپنی ذہنی غلامی اور مجہولیت کے باعث اعلیٰ وارفع اقدار سے محروم ہوتی ہیں، جس کا اثر زبان و بیان اور فکر و فن میں سرایت کر جاتا ہے۔ غیر اخلاقی الفاظ اور محاورات کو اردو میں فروغ سیاسی و سماجی انتشار کی وجہ سے ملا۔ اس ابتری کو بڑھاوا برصغیر کے غیر دانش مند حکمران طبقے نے دیا۔ طبقاتی کش مکش کے نتیجے

میں مختلف پیشے وجود میں آئے اور پیشہ ور لوگوں نے عوامی رویے اور رجحان کے مطابق لفظ اور محاورے تخلیق کیے اور عوامی مزاج کے مطابق انھیں معانی اور مفہوم عطا کیے۔ اس حوالے سے غازی علم الدین رقم طراز ہیں:

"زبان کے تنزل وانحطاط میں برصغیر کے طبقاتی پس منظر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پیٹ کے مسائل نے پیشوں کو جنم دیا اور پیشوں نے عوامی رویہ کے الفاظ جنم دیے۔ الفاظ سے محاورات اور کہاوتیں بنیں جو اس وقت کے معاشرے کی سوچ کی عکاس ہیں۔ امرا اور حکمران طبقے کی خوشامد اور منت سماجت کے لیے الفاظ وضع کیے گئے۔ ذات پات، اونچ نیچ اور متعصبانہ رویوں کے اظہار کے لیے بھی اردو زبان وادب کی لغت کو "مالامال" کیا گیا۔"5

جنس نگاری اور فحش نگاری سے تفریحِ طبع کا سامان پیدا کرنا اور گالی گلوچ کو زبان وادب میں استعمال کرنا، معاشرتی زوال ہی کی ایک شکل ہے اور ذہنی پسماندگی کا اظہار۔ "لسانی مطالعے" کے توسط سے زبان وادب کو سفلی جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنانے کے غیر اخلاقی عمل کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ امرد پرستی، بادہ وساغر ایسی تراکیب کا ادب میں حد سے بڑھا ہوا رجحان اور ان ناموں کی توہین جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے اہم ہیں، مایوس کن ہے۔ غیر اخلاقی محاورات اور کہاوتوں کا استعمال ترک کیا جانا چاہیے تاکہ اسلامی شعائر کی تضحیک اور توہین کا سدباب کیا جاسکے۔ "لسانی مطالعے" میں کچھ مثالیں شامل کی گئی ہیں، مثلاً:

"احمد کی پگڑی محمود کے سر: یہ محاورہ حق تلفی اور ناانصافی کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔
احمد کی داڑھی بڑی یا محمود کی: اس سے مراد بے کار بحث اور لغو باتیں ہیں۔ احمد اور محمود جیسے مقدس ناموں کو سطحی قسم کے محاوروں میں عامیانہ طریق سے استعمال کیا گیا ہے۔ عزت اور وقار کی علامت پگڑی اور شرعی تقاضے داڑھی کی تضحیک بھی عیاں ہے۔ اسی طرح محاورہ "بے گانی شادی

میں عبداللہ دیوانہ" بھی مقدس ناموں کی تضحیک
کے زمرے میں آتا ہے۔"6

ان الفاظ اور محاورات کا عدم استعمال، زبان وادب سے ان کا اخراج آہستہ آہستہ ممکن بنا سکتا ہے۔ "لسانی مطالعے" میں اردو کے بہت سے الفاظ کا تخلیقی، معنوی اور اصطلاحی پس منظر، لسانیاتی تحقیق کے کچھ نئے زاویے، ادب میں استعمال ہونے والے محاورات اور دوسرے پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے(7)۔

معاشرے میں مروج اور مستعمل ذو معنی الفاظ کے استعمال میں کی جانے والی اغلاط کی نشان دہی کی ایک جھلک بھی فاضل مصنف نے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ لسانی مطالعے میں شامل دوسرے مقالے کو ذو لسانیاتی تحقیق اور تنقیدی کاوش قرار دیا جا سکتا ہے۔ الفاظ ایک نسل سے دوسری نسل تک ایک نایاب ورثے کی حیثیت سے زبان کا روپ دھار کر محو سفر رہتے ہیں۔ قومیں جس طرح سیاسی، سماجی اور علمی و تہذیبی تاریخ رقم کر رہی ہوتی ہیں اسی طرح پیکر الفاظ میں معنی کی کھوج اور جستجو کا علمی و ادبی سفر قومی اور اخلاقی ذمے داری کے طور پر جاری رکھتی ہیں۔ "لسانی مطالعے" میں بہت سے عام استعمال میں آنے والے الفاظ کا پس منظر اور ان کے غلط املا کی طرف قاری کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے، مثلاً:

"آیندہ: یعنی آنے والا، مستقبل، آگے چل
کر اور اب کے بعد۔ اردو میں عام طور پر آئندہ
لکھا جاتا ہے۔ قواعد کے لحاظ یہ آمدن مصدر کا اسم
فاعل
ہے۔ مصدر: آمدن، مضارع: آید، امر: آئے، اسم
فاعل: آیندہ (آئے + ندہ = آیندہ) اس میں
(ی) جزو لفظ ہے۔ اس بنا پر اس میں
یا(ی) لازماً لکھی جائے گی (ہمزہ نہیں لکھا جائے
گا)۔ مرزا غالب نے آیندہ ہی لکھا ہے۔"8

"لسانی مطالعے" کا تیسرا مقالہ لسانی انجذاب، قوموں کے میل جول، بود و باش، جغرافیائی حالات نیز ثقافتوں اور موسموں کے اختلاف کے سبب الفاظ کے ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہو کر اپنے معنی و مفہوم کو بدلنے سے متعلقہ ہے۔ اس حوالے سے دو سو پچاس (250) الفاظ اور نحوی ترکیبات کا گوشوارہ مرتب کیا گیا ہے، جس کی مدد سے بہت سے الفاظ کے معنی و مفہوم میں وقوع

پذیر ہونے والی تبدیلیوں تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ مثلاً: اردو میں مستعمل لفظ "اتفاق" بمعنی یکایک اور عربی معنی باہم ملنا، "ارتکاب" بمعنی انجام دہی کے، اصل معنی سوار ہونا، "استعفا" نوکری چھوڑنے کی درخواست، اصل معنی طلب کرنا اور انسلاک، وابستگی، اصل کسی چیز میں داخل ہونا وغیرہ (9)

"لسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے" کے عنوان سے ایک بہت مفید مقالہ کتاب میں شامل کیا گیا ہے، جس میں بہت سے عام استعمال کے لفظوں کے حوالے سے مفید معلومات لسانی تحقیق کے نقطۂ نگاہ سے پیش کی گئی ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ "لفظ" جو اس تحریر کا موضوع ہے، کے اصل معنی عام پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم نہیں۔ "لفظ" کے معنی ہیں "منہ سے پھینکی ہوئی بات" اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے (10)۔

پانچویں مقالے بہ عنوان "اردو عربی لسانی تعلق اور اصلاح زبان وادب" کے مطابق کسی زبان اور قوم کی معاشرتی ترقی کا گہرا رشتہ سدا سے موجود رہا ہے۔ اردو نے ویسے تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے مگر عربی اور فارسی کے اثرات کچھ زیادہ ہی لیے ہیں اور اپنے دامن کو کشادہ کیا ہے۔ اردو کے استعمال میں غیر شعوری طور پر اردو خواں طبقہ بیشتر الفاظ کے تلفظ میں غلطیاں کرتا ہے۔ تلفظ اور تراکیب کی ان غلطیوں پر کبھی سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی غلطیوں کا امکان موجود رہتا ہے (11)۔ تلفظ کی غلط ادائیگی معنی کے تغیر و تبدل کا سبب بن سکتی ہے۔ اور یوں لفظ کی حرمت پامال ہو سکتی ہے اور ہو رہی ہے۔

"لسانی مطالعے" کا چھٹا مقالے بہ عنوان "اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی اور معنوی وسعت" میں اس دلچسپ حقیقت کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی ہے کہ عربی زبان کے بہت سے الفاظ نے اردو میں آکر نئے معنی و مفہوم کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ غازی صاحب نے کچھ الفاظ کے ماخذات تک رسائی حاصل کی ہے۔ یوں ایک مادے (Root) کے اشتقاق سے بننے والے دیگر الفاظ تک مبتدی کی رہنمائی کی ہے تاکہ ذخیرۂ الفاظ میں اضافے کے ساتھ ساتھ اردو کی کشادہ دامنی اور وسعت کی ایک حقیقی جھلک بھی دیکھی جاسکے۔

ساتویں مقالے میں ایک تلخ حقیقت کی طرف اردو خواں طبقے کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے کہ اردو کے ہر لفظ کو بلا ضرورت ملا کر لکھنے کا چلن عام ہو گیا ہے۔ خود مختار اور علاحدہ علاحدہ لفظوں کو جوڑ کر (ملا کر) لکھنے کی وبا نے پیکرِ معانی اور حسنِ یکتا کو مجروح اور ان کی انفرادی حیثیت کو مسخ

کر کے رکھ دیا ہے۔ دو لفظوں کو بے جا طور پر ملا کر لکھنا بصری طور پر بھی ناگوار محسوس ہوتا ہے(12)۔ مزید بر آں مبتدی کے لیے پڑھنے میں دشواری اور ناگواری کا سبب بھی بنتا ہے۔

آٹھویں مقالے میں ایک تلخ سچائی بیان کی گئی ہے کہ وطن عزیز میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اردو کو رومن رسم الخط میں لکھ کر اور لفظوں کے غلط املا سے لسانی سطح پر بگاڑ اور انتشار پیدا کر رہا ہے۔ حالاں کہ اسے اصلاح کا نقیب بننا چاہیے۔ میڈیا کے توسط سے ایک منصوبہ بندی کے تحت اس غلط رائے کو تقویت دی جا رہی ہے کہ غلط العوام الفاظ کا استعمال غلطیاں نہیں ہوتیں بلکہ زبان کے فطری ارتقائی عمل کا حصہ ہیں، اس عمل میں رخنہ اندازی مناسب نہیں(13)۔

تحریکِ آزادی میں اردو کا اساسی کردار تھا اور تحریک تحفظ پاکستان میں بھی اس کا بنیادی کردار ہونا چاہیے۔ تحریک پاکستان میں مطالبۂ تقسیم ہندوستان کے بعد سب سے بڑا ثقافتی مطالبہ، نعرہ اور وعدہ قومی زبان اردو کا تھا(14)۔

"لسانی مطالعے" میں عربی اسماء سے اسم کیفیت یا اسم مفعول سے اسم کیفیت بنانا ایسے خلاقانہ تصرف و تغیر کی کافی حد تک وضاحت کی گئی ہے۔ مستند منابع اور مصادر کی مدد سے لفظ زَبان یا زُبان کے حوالے سے اجمالاً رہنمائی کی گئی ہے کہ اس لفظ کی ادائیگی دونوں طرح سے درست ہے۔ فارسی اور اردو کے دستیاب مصادر میں سے دو کے علاوہ باقی میں "زُبان" اور "زَبان" دونوں درست ہیں(15)۔

زبان ایک فطری عمل کے نتیجے میں ارتقا کا عمل جاری رکھتی ہے۔ یہ احساسات و خیالات کی ترجمان ہے۔ دوسروں کے افکار و نظریات تک رسائی بھی اسی کی مرہون منت ہے، اس طرح یہ باہمی افہام و تفہیم پیدا کرنے کا سبب ہے۔ زبان کا لفظ دو معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک زبان(Language) یعنی بولی اور دوسرے زبان(Tongue) منہ کے اندر کا وہ عضو جس میں قوتِ ذائقہ ہوتی ہے، اسے جیبھ بھی کہتے ہیں(16)۔ زبان خیالات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ لفظوں اور فقروں کے توسط سے انسان کے ذہنی مفہوم و دلائل کی ترجمان ہے۔ زبان کے ایک مظہر (Phenomenon) قوت گویائی کے توسط سے اظہار فکر و فلسفے کو دوسرا انسان نہ صرف سمجھ سکتا ہے بلکہ بوقت ضرورت ارادے سے دہرا بھی سکتا ہے(17)۔

زبان اظہار و بیان کے لیے ایک ذریعہ (Medium) ہے جو بامعنی تراکیب میں ظاہر ہونے والی تکلماتی آوازوں کو ابلاغ کا وسیلہ بناتی ہے۔ یہ بامعانی نظام ہے جو معاشرے میں باہمی ربط اور تعلق کا سبب ہے۔ غور و فکر کے حوالے سے بھی زبان کی افادیت اور اہمیت مسلمہ ہے، یوں زبان کسی بھی معاشرے اور قوم کی اخلاقی اور تمدنی حالت کی عکاس ہوتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ زبان کی تراش خراش کا عمل مستقلاً جاری رکھا جائے۔ وہ لفظ اور ترکیبیں جو معاشرے کے معزز طبقات کی تضحیک اور اہانت کا سبب بنیں، انھیں ہر قیمت پر ترک کر دیا جائے۔

زبان کا نظام چار (4) مظاہر پر انحصار کرتا ہے: 1۔ حروف ابجد، 2۔ علم صرف، 3۔ علم نحو، 4۔ زبان میں استعمال کیے جانے والے کلمے اور ان کے معنی و مفہوم وغیرہ۔ ابلاغ کے عمل میں تکلمی آوازوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تکلمی آوازوں کی ترکیبیں اور ڈھانچے معنویت پا کر مجموعی طور پر زبان کہلاتے ہیں۔ گویا زبان تکلمی آوازوں کی مخصوص ترکیبوں اور ڈھانچوں میں پوشیدہ ہے (18)۔ لہٰذا زبان کی تشکیل و ترویج میں عوامی مزاج اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لسانی مطالعے کے توسط سے زبان کی ساخت، مزاج اور اثر و نفوذ کے حوالے سے رہنمائی کا ایک قابل قدر پہلو موجود ہے۔ املا اور املا نویسی میں پائے جانے والے انتشار، ابتری اور بگاڑ پر لسانی نقطۂ نگاہ سے کئی خوابیدہ پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

انسانی فکر و نظر اور دانش و بینش کے سارے علمی و ادبی کارنامے جو انسانیت کی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی کے لیے انجام دیے گئے ہیں، تحریری صورت میں پائے جاتے ہیں۔ تمام ایجادات و تخلیقات اور افکار و نظریات، تحریر ہی کے توسط سے اگلی نسلوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ کسی قوم کے تہذیبی و ثقافتی ورثے اور علمی و ادبی کارہائے نمایاں کی حفاظت بھی تحریر ہی کی مرہونِ منت ہے (19)۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر زبان کو ٹھیک ٹھیک شکل و صورت یا درست املا کے اصول اور قواعد و ضوابط کے مطابق تحریر میں لانا ضروری ہے۔ "لسانی مطالعے" اس نقطۂ نگاہ سے اہم ماخذات اور قواعد و ضوابط تک رسائی کا اہم وسیلہ ہے۔ چوں کہ زبان ایک سماجی مظہر (Social Phenomenon) ہے، اسی لیے اس کا ارتقا معاشرے کا رہین منت ہے۔ قوت گویائی اور تحریر معاشرے کی تہذیب و ثقافت کی ساخت اور پرداخت پر انمٹ اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ان تمام افادی پہلوؤں کے پیش نظر، لسانیاتی نقطۂ نگاہ سے زبان و ادب کی تراش خراش اور کانٹ چھانٹ کا عمل جاری رہنا چاہیے تاکہ زبان اچھی اقدار اور روایات کو فروغ دینے میں ممد و معاون کی حیثیت سے اپنا موثر کردار ادا کر سکے۔

حوالہ جات

1۔ مناظر عاشق ہرگانوی، "لسانی لغت"،(غازی علم الدین کے حوالے سے)، اشاعت: دوم،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2014)،3۔
2۔ سید معراج جامی،(دیباچہ)، "تنقیدی و تجزیاتی زاویے" از غازی علم الدین (کراچی: بزم تخلیق ادب پاکستان، 2014ء)،7۔
3۔ مناظر عاشق ہرگانوی، "اردو: معیار اور استعمال"،(غازی علم الدین کی کتاب "لسانی مطالعے" کے حوالے سے)، اشاعت: دوم،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2014ء)،9۔
4۔ مختار احمد کھٹانہ،(عرض ناشر)، "میثاق عمرانی" از غازی علم الدین،(لاہور: مکتبۂ جمال، 2012ء)،5۔
5۔ غازی علم الدین، "لسانی مطالعے"،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2015ء)،24۔23۔
6۔ ایضاً،30۔
7۔ یعقوب نظامی (مضمون) "لسانی مطالعے ایک وسیع علمی کاوش"، مشمولہ: "سیماب"،(آزاد کشمیر: گورنمنٹ ڈگری کالج افضل پور، 2015ء)،224۔
8۔ غازی علم الدین، "لسانی مطالعے"،50۔
9۔ مناظر عاشق ہرگانوی، "اردو: معیار اور استعمال"،49۔
10۔ غازی علم الدین، "لسانی مطالعے"،123۔
11۔ ایضاً،133۔
12۔ ایضاً،181۔
13۔ ایضاً،200۔
14۔ ایضاً،246۔
15۔ ایضاً،271۔
16۔ "قومی اردو لغت"، جلد: یازدہم،(کراچی: اردو لغت بورڈ، 1990ء)،19۔
17۔ محی الدین قادری، زور، "ہندوستانی لسانیات"،(علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2005ء)،26۔25۔

18۔رابعہ سرفراز، "اردو زبان اور بنیادی لسانیات"، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2015ء)، 19۔

19۔فرمان فتح پوری، "اردو تدریس"، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2015ء)، 172۔

مآخذ

1۔پوری، فرمان فتح، "اردو تدریس"، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2015ء۔

2۔رابعہ سرفراز، "اردو زبان اور بنیادی لسانیات"، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2015ء۔

3۔زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2005ء۔

4۔غازی علم الدین، "لسانی مطالعے"، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2015ء۔

5۔غازی علم الدین، "میثاق عمرانی"، لاہور: مکتبۂ جمال، 2012ء۔

6۔غازی علم الدین، "تنقیدی و تجزیاتی زاویے"، کراچی: بزم تخلیقِ ادب پاکستان، 2014ء۔

7۔غازی علم الدین، "سیماب"، میرپور: گورنمنٹ ڈگری کالج افضل پور، 2015ء۔

8۔ہرگانوی، مناظر عاشق، "اردو: معیار اور استعمال"، اشاعت: دوم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2014ء۔

9۔ہرگانوی، مناظر عاشق، "لسانی لغت"، اشاعت: دوم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2014ء۔